



رعاية المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین

۱۴۳۱ھ

دو خطبوں کے درمیان دعاء کرنے کا بیان

تصنیف لطیف

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

۱۰
 رِعايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدُّعَاءِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ
 (دو خطبوں کے درمیان دُعا کرنے کا بیان)

مسئلہ ۱۴۰۸ از کنشور اسٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب مدرس مدرسہ عربیہ
 ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

اس جائے پر روز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا آہستہ مانگی جاتی ہے اور بعض لوگ اس کو
 مکروہ شدید و حرام و بدعت سیئہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں، لہذا التماس یہ ہے کہ اس کے جواب
 باصواب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرما کر رفع خصومت بین المسلمین فرمائیں۔

الجواب

امام کے لئے تو اس دُعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لئے نہی شارع نہ ہونا ہی مستد کافی۔ ممنوع
 وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بے اُن کی نہی کے ہرگز کوئی شے ممنوع نہیں
 ہو سکتی خصوصاً دُعا سی چیز جس کی طرف خود قرآن عظیم نے بکمال ترغیب و تاکید علی الاطلاق بے تحدید و تقيید بلایا اذ
 احادیث شریفہ نے اسے عبادت و مغز عبادت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اُس کی اجازت پر
 دلیل صواب کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو
 عینہ برسنے اور دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دُعا مانگنا، صحیح بخاری و مسلم وغیرہا میں حدیث انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم، تو بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثابت، لاجرم علمائے کرام
 نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا، مولانا علی قاری مکی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح

مشکوٰۃ میں زیر حدیث یخطب ثم یجلس فلا یتکلم (امام خطبہ پڑھے پھر بلا گفتگو بیٹھ جائے - ت) فرماتے ہیں :

لا یتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر او الدعاء
او القراءۃ سرا و الاولی القراءۃ لروایۃ
ابن جہان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یقرأ فی جلوسہ کتاب اللہ الخ
نہ گفتگو کرے یعنی بیٹھنے کی حالت میں آہستہ ذکر یا
قراءۃ کے علاوہ بات نہ کرے، قرارت اولیٰ ہے
کیونکہ ابن جہان کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھنے کی حالت میں کتاب اللہ کی تلاوت
فرماتے تھے الخ (ت)

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف
میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں :

واستفید من ہذان حال الجلوس بین الخطبتین
لا کلام فیہ لکن لیس فیہ نفی ان یدکر اللہ او
یدعوہ سرا۔
اس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بلا کلام
بیٹھنا ہے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں کہ
آہستہ آہستہ اللہ کا ذکر اور دعا بھی کی جائے (ت)

علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ و منہج محمدیہ میں فرماتے ہیں :

ثم یجلس فلا یتکلم (جہرا فلا ینافی
روایۃ ابن جہان انہ کان یقرأ فیہ
ای الجلوس وقال الحافظ مفادہ) الخ
اخرا مر۔
پھر خطیب گفتگو کے بغیر بیٹھ جائے (یعنی بلند آواز سے
گفتگو نہ کرے یہ بات روایت ابن جہان کے منافی
نہیں کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس (جلوس)
میں قرارت فرماتے تھے اور حافظ نے کہا اس کا مفاد
وہ جو پہلے بیان ہو چکا ہے - (ت)

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ ان اوقات
میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے، صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارہ ساعت جمعہ فرمایا :

لہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الخطبہ والصلوۃ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۷۰/۳
لہ فتح الباری شرح البخاری باب القعدۃ بین الخطبتین یوم الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۷/۳
لہ شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثانی فی ذکر صلوتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۸۵/۴

ہی مابین ان یجلس الامام الی الف
تقصی الصلوۃ لہ
امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ساعت
جمعہ ہے۔ (د)

دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا: شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے
رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اسے ابن عبد البر نے حضرت عبداللہ ابن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) انہی ابن عمر و ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام
سے ختم نماز تک ہے۔ یونہی امام عامر شعبی تابعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری (اسے ابن جریر طبری نے
روایت کیا ہے۔ ت) انہی شعبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اُس کا وقت بتایا
رواہ المروزی (اسے امام مروزی نے روایت کیا۔ ت) اسی طرح امام حسن بصری سے مروی ہوا رواہ
ابن المنذر (اسے ابن المنذر نے روایت کیا۔ ت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز
تک رکھا رواہ حمید بن زنجویہ (اسے حمید بن زنجویہ نے روایت کیا۔ ت) بہر حال یہ وقت بھی
اُن میں داخل تو یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد و خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لئے
دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو تو اُس کے لئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شراح
مشکوٰۃ نے بالتعین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اُسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود
ارشاد اقدس مابین ان یجلس الامام (امام کے بیٹھنے سے لے کر۔ ت) سے یہی جلسہ مراد رکھا
اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے :

می گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان
ساعت الجمعة کہ آن ساعت میان شستن امام ست
بر منبر تا گزاردن نماز طیبی از جلوس شستن میان
دو خطبہ مراد داشته الخ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کی ساعت کے
بارے میں فرمایا کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے
سے لے کر نماز ادا کرنے تک ہوتی ہے۔ علامہ طیبی
نے جلوس سے مراد دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے

لیا ہے الخ (د)

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس
قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علما چاہئے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر

يتعلق بالأخوة اما غيره فيكره اجماعاً اه
گفتگو میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ اختلاف اس گفتگو کے بارے میں ہے جو آخرت سے متعلق ہو اس کے ملتقطاً۔

علاوہ گفتگو بالاتفاق مکروہ ہے۔ (د ت)

تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو، اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دُعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالتِ خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجنا مطلوب، تو بین الخطبتین کہ امام سہاکت باب درود بعد از اولیٰ روا۔ رد المحتار میں ہے، اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک ذکر کئے لا یجوز ان یصلوا علیہ بالیہر بل بالقلب تو بالجمہر کی بجائے دل میں درود شریف پڑھ لیا جائے و علیہ الفتویٰ رملیؒ اسی پر فتویٰ ہے۔ رملی (د ت)

اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ، اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز، اور مختار قول امام ہے، تو بیشک مذہبِ منقح حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ کہ اُس بنائے فاسد پر جو بنائے جہالات و باہیہ ہے کہ عدم درودِ مخصوص و درودِ عدمِ مخصوص ہے وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لئے مانعت خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و حکم ہے بلکہ اس لئے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام (جب امام نکل آئے تو نہ کوئی نماز ہے نہ کلام۔ ت) پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں اُنہیں بتا دیا جائے، نہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے جب ان اشیائے نزدیک اللہ عز و جل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا توحید ہوگا حاشا للہ اللہ ہی کے لئے پاکیزگی ہے۔ ت) یہ اُن بدعقلوں کی بد تہ بانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا، جب لا الہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان پر سرف سے جھگڑنے آئے گا،

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون
اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (د ت)

۱۱۳/۱	مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی	باب الجمعۃ	۱ در مختار
۹۰۶/۱	مصطفیٰ البابی مصر	”	۲ رد المحتار
		۲۲۴/۲۶	۳ القرآن

قول ارجح ممانعت سہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کے لئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد دراپیں تجویز و اجازت کی ہیں :

اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اُس جہالتِ نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز ہوتا ہے میں حالانکہ بہ لحاظ خصوص وقت و رد اُس کا بھی نہیں ۔

ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف جہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں ، اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالتِ خطبہ میں ذکر اقدس سن کر آہستہ در و در پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے ،

www.ataunnabi.org

جیسا کہ رملی کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں ، درمختار کے ان الفاظ سے بھی وہی مراد ہے کہ صواب یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی سن کر دل میں درود شریف پڑھا جائے اھ اگرچہ قہستانی کا میلان اخفاء کی طرف ہے مگر جوہرہ اور دیگر کتب معتبرہ اس کے خلاف ہیں ، شامی کہتے ہیں کہ اس کا اپنا نفس سن لے یا حروف کی تصحیح ہو کیونکہ علماء نے اس کی تفسیر یوں ہی کی ہے ، امام ابو یوسف سے مدعی ہے کہ دل میں پڑھے جیسا کہ کرمانی میں ہے ، قہستانی نے جوہرہ میں آخری پر ہی اکتفا کیا ہے ان کے الفاظ میں اس کے ساتھ نطق نہ کرے کیونکہ اس حال کے علاوہ میں اسے پایا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ سماع فوت ہو جائیگا اھ اختصاراً ۔ رہا قہستانی کا قول کہ فقہاء نے اس کی تفسیر بھی کی ہے ، اس سے ان کی مراد اس بقعہ کو ذکر کرنے ہے جو ان کی اختیار کردہ تاویل

كما قد مباحن الرملی وهو معنى ما في الدر المختار من قوله والصواب انه يصلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند سماع اسمه في نفسه اھ وان مال القهستاني الى التاويل بالاخفاء خلا فالما في الجوهره وغيرها من الكتب المعتمدة قال الشافعي بان يسمع نفسه او يصحح الحروف فانهم فسروه به وعن ابی يوسف قلبا كما في الكرماني قهستاني واقتصر في الجوهره على الاخير حيث قال ولم ينطق به لانها تدرك في غير هذا لحال والسمع يقوت اھ مختصراً واما قول القهستاني انهم فسروه به فانما مراد به دفع الاستبعاد عما اختاره من التاويل فان ظاهر اللفظ هو ارادة القلب ومع ذلك ربما اطلقوه وفسروه به اي بالاسرار

على القولين في تحديد ۴۔ میں تھا کیونکہ "فی نفسه" ظاہراً الفاظ توارادہ
قلب پر وال ہیں حالانکہ اس کے باوجود اس کا اطلاق کر کے اس کی تفسیر مخفی ہونے کے ساتھ کرتے ہیں، ان
دونوں اقوال پر جو اس کی تعریف کے بارے میں ہیں۔ (ت)

ثالثاً امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالت خطبہ میں بعید کہ خطبہ کی آواز اُس
تک نہ پہنچے انصاف واجب نہیں جانتے، اور امام محمد بن سلمہ بھی صرف اولیٰ کہتے ہیں اگرچہ مفتی بر اُس پر
بھی وجوب تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ اولیٰ واجب نہ کہیں گے۔ حدیقتہ تدبیر میں ہے :

قال فی النہایۃ اذا کان بحیث لا یسمعوا لا رواۃ
فیہ عن اصحابنا فی المبسوط و قد اختلفت
المشاۃ المتأخرون فیہ فعن محمد بن
سلمۃ الانصاف اولیٰ و عن نصیر بن یحییٰ
انہ کان بعیداً و کان یحکک شفتیہ بالقرآن
و فی العنایۃ ان الانصاف مختار الکرخی و
صاحب الہدایۃ و قال بعضهم قراءۃ القرآن
اولیٰ و هو اختیار الفضلاء

نہایت میں ہے اس وقت جب ایسے مقام پر ہو کہ وہ
خطبہ نہیں سُن رہا، مبسوط میں ہمارے اصحاب
(احناف) سے کوئی ایک روایت ہے، متأخرین
مشیخ کا اس میں اختلاف ہے، محمد بن سلمہ کے
نزدیک خاموشی اولیٰ ہے۔ نصیر بن یحییٰ کے بارے
میں ہے کہ جب وہ خطیب سے دُور ہوتے تو ان
کے ہونٹ تلاوتِ قرآن سے حرکت کر رہے ہوتے
تھے۔ عنایہ میں ہے خاموشی، کرخی اور صاحب ہدایہ

کا مختار ہے۔ بعض نے فرمایا : تلاوتِ قرآن اولیٰ ہے۔ فضلاء کے ہاں یہی مختار ہے۔ (ت)
ردالمحتار میں فیض سے ہے : الاحوط السکوت و بہ یفتی (سکوت ہی احوط ہے اور اسی پر
فتویٰ دیا جائے گا۔ ت)

رابعاً بعض علماء کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلامِ دنیوی ممنوع ہے دعا و
ذکر مطلقاً جائز حتیٰ کہ عین حالتِ خطبہ میں بھی، اگرچہ صواب اُس کے خلاف ہے کما تقدّر عن الدر (جیسا
کہ در کے حوالے سے گزرا۔ ت) عبد الغنی نابلسی حدیقتہ میں فرماتے ہیں :

اما تأمین المؤمنین علی دعاء الخطیب التوضی
عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر
خطیب کی دعا پر مؤذنین کا آمین کہنا، صحابہ کے
نام سن کر رضی اللہ عنہ کہنا، بادشاہ کے لئے دعا

فليس هذا من الكلام العرفي بل هو من قبيل التبيين و نحوه فلا يكره في الاصحاح و بينا على هامشها ان هذا من اشتباه عرض له رحمه الله تعالى من تصحيح النهاية والعناية لتجويز الكلام الاخرى وانما كلامهما فيما قبل شروع الخطبة و بعدها الاحالها ثم هو ايضا لا يخلو عن نظر كما يظهر بمراجعة ما علقنا على هامش رد المحتار والاصح الاحوط اطلاق المنع كما افاده الزيلعي لذا لم يمش عليه في عامة الكتب المعتمدة كالبحر والنهر والدور والمختار

یہ کلام عرفی نہیں بلکہ از قبیل تبيينات وغیرہ ہے لہذا اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں، ہم نے اس کے حاشیہ میں تحریر کیا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ اشتباہ نہ آیا اور عنایہ کی تصحیح سے عارض ہوا کیونکہ انہوں نے کلام اخروی پر محمول کیا ہے حالانکہ ان کا کلام خطبہ سے پہلے یا بعد پر محمول ہے نہ کہ درمیان میں، پھر وہ محمول نظر سے جدا کہ حاشیہ رد المحتار کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوگا اصح اور احوط مطلقاً منع ہے جیسا کہ زیلعی نے فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ عامہ کتب معتدہ میں اس مسکک کو اختیار نہیں کیا گیا مثلاً بحر، نہر، دور اور رد المحتار (د ت)

اور مذاہب دیگر پر نظر کیجئے تو حد درجہ کی توسیعیں ہیں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ،
من العلماء من قال السكوت على القوم كان لا نرا في من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اما اليوم فغير لانهم آه ونقله عنه الفهستاني۔
بعض علماء نے کہا کہ لوگوں پر سکوت رسالتاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لازم تھا اب لازم نہیں رہا اھ اسے قسم تانی نے نقل کیا ہے۔ (د ت)

علمائے محاطین تو ایسے مسائل اجتہاد میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذاً باللہ نوبت تا بہ تفصیل و اکفار۔ سیدی عارف باللہ محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں،
ان المسئلة الواقعة كما هي الآن في جوامع بلادنا وغيره يوم الجمعة من المودنين متى امكن تخريجها على قول من الاقوال
مسئلہ در پیش جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مسجد میں مؤذنین جمعہ کے دن (امام کی دعا پر آمین) کہتے ہیں اس کی تخریج و ثبوت ہمارے

فی مذہبنا و مذہب غیرنا فلیست بمتکرر یجب انکارہ و النہی عند و انما المتکرر ما و قح الاجماع علی حرمته و النہی عنہ۔
 مذہب یا دوسرے مسلک میں ممکن ہے تو یہ ایسا ناجائز نہیں کہ اس کا انکار اور اس سے منع لازم ہو، متکرر تو وہ ہوتا ہے جس کی حرمت اور ممانعت پر اجماع ہو۔

بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لئے تو اس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، ہاں خوف مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے، فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص کبھی درود پڑھتا ہے اور رفع یدیں کبھی نہیں کرنا کہ مفسدہ دیکھ کر خود بھی مشغول بدعا نہ ہوں، مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرع کبھی روا نہیں فرماتی، مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشے آمین واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

مسئلہ ۱۴۰۹ از ہیل کتور ضلع اوٹکنڈ مکان سومار سیٹیو صاحب مرسلہ سید حیدر شاہ صاحب

۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

جناب فیض آب جامع علوم نقلیہ و عوامی فنون عقلیہ علامہ دہر فہامہ عصر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضہ اداے آداب کے بعد بندہ حیدر شاہ عرض رساں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے چونکہ آپ مشاہیر علمائے انام سے ہیں اور آپ کے اخلاق و اوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں و نیز جواب سوال جلد ترسیل فرماتے ہیں، لہذا التماس خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں، مذہب حنفی و شافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی مشروع و مسنون ہے یا نہیں؟ مترجم اردو الدر المختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھا کے دعا مانگنی بین الخطبتین بدعت سیئہ و غیر مشروع ہے، پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط؟ چونکہ آپ متوطن بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اس کی کما بینگی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجئے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض دھوکا دی عوام الناس ہے۔ بیٹو! توجروا

الجواب

مسنونیت مصطلحہ کہ تارک منہوجب عتاب الہی یا آثم و مستحق عذاب الہی ہو و العیاذ باللہ یہ نہ کسی کا

مذہب نہ دُعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرتبہ الا جابت جان کر دُعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت و انحاء ذکر الہی عزوجل سے ہے جس کی تکثیر پر بلا تقييد و تخيد نصوص قرآن عظیم احادیث متواترہ نبی روف رحم علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و تفار شادات علمائے قدیم و حدیث سنن و آداب دُعا سے ہے خطیب کے لئے اُس کی اجازت و مشروعیت و توافق مذہبین حنفی و شافعی ہے۔ یونہی سامعین کے لئے جبکہ دُعا دل سے ہو نہ زبان سے، اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دُعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج و معمولی ہے، مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملہا بہا مطلقۃ فیہا کراہۃ التحريم (بخلاف ہمارے ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب یہی ہے کہ مطلقاً کراہت، مکروہ تحریمی ہے۔ ت) علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیر شرح طریقہ محمدیہ اذات الید مسئلۃ الشطر نج میں فرماتے ہیں :

الکراہۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرف
الی التذنیہیۃ لا التحریمیۃ بخلاف مذہبنا
شوافع کے نزدیک مطلقاً کراہت کا اطلاق مکروہ تنزیہی
پر ہوتا ہے نہ کہ تحریمی پر بخلاف ہمارے مذہب کے
(اس میں تحریمی ہے)۔ (ت)

اور سکتے خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے۔ امام ابو یوسف
ارویلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں :
لا یجب الاستماع و هو شغل السمع بالسمع
استماع واجب نہیں، اور استماع سے مراد کانوں
کو سماع میں مشغول کرنا ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

لا یحرم الکلام حال الخطبۃ لا علی الخطیب
ولا علی المامومین السامعین و غیرہم
خطبہ کے دوران کلام حرام نہیں نہ خطیب پر نہ
مقتدیوں پر، ہاں بغیر غرض کے مکروہ ہے، مثلاً

لكن يكره الا لغرض مهم كانداز من يقع في
بئر او عقرب ويتعلم خيرا او نهى عن شئ^١
أُسي میں ہے :

لا يكره الكلام حال الاذان ولا بين الخطبتين
ولا بين الخطبة والصلوة^٢
اذان، دونوں خطبوں کے درمیان اور خطبہ اور نماز کے
درمیان کلام مکروہ نہیں۔ (ت)

علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابن حجر مکی فتح المعین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں :

يكره الكلام ولا يحرم حالة الخطبة لا قبلها
ولو بعد المجلس على المنبر ولا بعد ها ولا بين
الخطبتين وليس تشميت العاطس والرد عليه
ورفع الصوت من غير مبالغة بالصلوة والسلام
عليه صلى الله تعالى عليه وسلم عند ذكر
الخطيب اسمه او وصفه صلى الله تعالى عليه
وسلم قال شيخنا ولا يبعد ندب الترضي
عن الصحابة بلا رفع صوت وكذا التامسين
لدعاء الخطيب^٣ مختصرا۔

مستحب ہونا بعید نہیں ۱۱ اختصاراً (ت)

یرونی مذہب حنفی میں امام ثانی قاضی ربانی سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مطلقاً
جواز ہے اوقات ثلثہ غیر حال خطبہ یعنی قبل و بعد دعائیں خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی
مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پُر ظاہر کہ دعا خاص کلام دینی و عبادت الہی ہے۔ مرا فی الفلاح
میں ہے :

اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام وهو قول
جب امام آجائے تو کوئی کلام و نماز نہیں، اور یہی

۱۱ الانوار لا اعمال الابرار فصل لصحة الجمعة الخ مطبعة جالیه مصر ۱۰۱/۱
۲۱ فصل فی صلوة الجمعة عامر الاسلام پورپرس ترونگاری انڈیا ص ۱۴۶
۳۱ فتح المعین شرح قرۃ العین

الامام وقال ابو يوسف ومحمد لا بأس
بالكلام اذا خرج قبل ان يخطب واذا نزل
قبل ان يكبر واختلفا في جلوسه اذا سكت
فعند ابى يوسف يباح لان الكراهة للاخلال
بفرض الاستماع ولا استماع هنا ، وله
اطلاق الامامة ببعض اختصاص -
مباح ہے کیونکہ کراہت کی وجہ خطبہ سننے میں غفلت کا واقع ہونا ہے اور یہاں استماع نہیں ہے ان کی
دلیل امر کا اطلاق ہے اہ مختصراً (ت)

صاحب مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک
کلام سے مخالفت فرمائی، مشائخ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی، بعض فرماتے
ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام ہے، اوقات ثلثہ میں دینی کی اجازت عام ہے، نہایہ و عنایہ میں اسی کو اصح کہا،
ایسا ہی فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا، مشائخ کرام نے مطلق مراد لیا، امام زہلی نے تبیین الحقائق میں
اسی کو احوط کہا۔

قلت واطلاقات المتن واکثر الکتب علیہ
ماشية وعامة التفاسیر عنہ ناشية کما
یظهر من اجعة ما علقنا علی رد المحتار
فهو اصح التصحیحین فیما علم کیف لا وقد
صرح المحققون ان الدنیوی مکروه اجماعا
فلولم ینهی الامام الا عنه لارتفع الخلاف مع
ان الکتب المعتمدة عن اخرها متظافرة علی
اثباته -
میں کہتا ہوں کہ متنوں کے اطلاقات پر اور اکثر کتب
اسی پر جاری ہیں اور عام تفریعات اس سے مستخرج
ہیں جیسا کہ ہمارے حاشیہ رد المحتار سے ظاہر ہے
اور میرے علم کے مطابق دونوں تصحیحوں میں یہ اصح
ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ محققین نے تصریح کی
ہے کہ کلام دنیوی بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر امام
نے اس سے ہی منع کیا ہے تو اب اختلاف مرتفع
ہو جائے گا حالانکہ تمام کتب اس اختلاف کے
ثبوت سے مالا مال ہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں زیر قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام (جب امام آجائے تو

کوئی نماز اور کلام نہیں۔ (ت) ہے :

اطلق في منع الكلام فشمّل التسبيح والذكر والقراءة وفي النهاية اختلف المشائخ على قول ابي حنيفة قال بعضهم انما كان يكره ما كان من كلام الناس اما التسبيح ونحوه فلا وقال بعضهم كل ذلك مكروه و الاول اصح اه وكذا في العناية وذكر المشائخ ان الاحوط الانصات اه ويجب ان يكون محل الاختلاف قبل شروع في الخطبة ويدل عليه قوله "على قول ابي حنيفة" و اما وقت الخطبة فالكلام مكروه تحريماً ولو كان امراً بمعروف او تنبيهاً او غيره كما صرح به في الخلاصة وغيرها انتهى باختصار

منع کلام مطلقاً کہا، لہذا یہ تسبیح، ذکر اور قراءت کو بھی شامل ہوگا، نہایت میں ہے کہ مشائخ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہاں وہی گفتگو مکروہ ہے جو لوگوں کی (دنوی گفتگو) ہو۔ رہی تسبیح وغیرہ تو وہ مکروہ نہیں، بعض نے کہا کہ یہ تمام مکروہ ہے اور پہلا اصح ہے اور عنائیہ میں بھی اسی طرح ہے، شارح نے ذکر کیا کہ احوط خاموش ہونا ہے اور یہ ضروری ہے کہ محل اختلاف خطبہ میں شروع ہونے سے پہلے ہو اور اس پر اس کے یہ الفاظ کہ "ابو حنیفہ کے قول پر" دلالت کر رہے اور خطبہ کے وقت کلام مکروہ تحریمی ہے خواہ امر بالمعروف یا تسبیح یا اس کی مثل ہو جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں اس پر تصریح ہے انتہی باختصار (ت)

طحاوی ورد المحتار مجتہد الفاظ اقامین ہے :

اس کا قول "اس کے علاوہ الفاظ" مثلاً احوط و اظہر ہیں۔ (ت)

قوله وغيرها كالاحوط والاظهر -

در مختار میں فتاویٰ خیریہ سے ہے :

بعض الفاظ بعض کی نسبت زیادہ مؤکد ہوتے ہیں لفظ فتویٰ، لفظ صحیح سے اور احوط احتیاط سے زیادہ مؤکد ہے اه مختصراً (ت)

بعض الالفاظ اكد من بعض فلفظ الفتوى اكد من لفظ الصحيح والاحوط اكد من الاحتياط اه مختصراً -

۱۴۸/۲	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۵۴/۱	مصطفیٰ البانی مصر
۱۵/۱	مطبع مجتہدائی دہلی

باب صلوة الجمعة	۱۴۸/۲
خطبة الكتاب	۵۴/۱
"	۱۵/۱

بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً اور سامعین کے لئے دل میں بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر اُن کے لئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز، ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو اصدائے صحیحین پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشروع، اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف متکافی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ اُن میں سے جس پر چاہے عمل کرے اصلہ محل اعتراض و انکار نہیں۔ بحر الرائق و درمختار وغیرہا میں ہے،

متی کان فی المسئلة قولان مصححان جائزاً جب مسئلہ میں دو اقوال صحیحہ ہوں تو ان میں سے القضاء والافتاء باحدھما۔ ایک پر فتویٰ اور قضاء جائز ہوتی ہے۔ (دست)

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ بآئینہ یہاں تصحیح تبیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملۃ القول فی ہذا الباب والمفصیل فی فتاوانا بعون الوہاب (اس مسئلہ میں یہ ہی گفتگو کا خلاصہ ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت)

رہی مترجم درمختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لئے، اُس کے زمانے میں ان اقطار کے علم علما کہ اپنے عصر و مصر میں حقیقتاً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمہ المحققین سیدنا والوالدہ قدس سرہ الماجد، فقیر برسوں جماعت میں اقدسائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت مدوح قدس سرہ جلسہ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتاء ہوا، مولانا احمد حسین مرحوم تلمیذہ العظمیٰ سید العلماء سند العرفاء مولانا الجید قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر مہر فرمایا، یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ مستفی بمفید المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینان سائل کے لئے یہاں منقول،

سوال: چرمی فرماہند علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قرات خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں؟ اور خطیب کس قدر جلسہ میں توقف کرے اور یہ اوقات

قبولیت دعا سے ہے یا نہیں؟ اور دُعا مانگنا یا تمہا اٹھا کے مستحسن ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
الجواب: بیٹنا خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدۃ
 بین الخطبتین یوم الجمعہ میں مرقوم ہے:

حدثنا مسدد ثنا بشر بن المفضل ثنا
 عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ بن عمر،
 قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یخطب خطبتین یقعد بینہما۔
 مسدد نے ہمیں اور انھیں بشر بن مفضل نے انھیں
 نافع نے انھیں عبد اللہ بن عمر نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو دو خطبوں
 کے درمیان بیٹھتے۔ (ت)

اور اس بیٹھنے کو سنت بمقدار تین آیات علمگیری میں بالتصریح بیان کیا ہے:
 والخامس عشر الجلوس بین الخطبتین
 ہکذا فی البحر الرائق ومقدار الجلوس
 بینہما مقدار ثلث آیات فی ظاہر الروایۃ
 ہکذا فی السراج الوہاب علیہ
 پندرہویں سنت دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا ہے
 اسی طرح بحر الرائق میں ہے، ان کے درمیان
 بیٹھنے کی مقدار ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات
 کی تلاوت کی مقدار ہے۔ ایسے ہی سراج الوہاب
 میں ہے۔ (ت)

اور بیچ حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصین
 کے اُس وقت مانگنا دُعا کا طیبی سے نقل کیا،
 وساعة الجمعة ارجى ذلك ووقتها ما بین ان
 یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى
 الصلوة۔
 اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی
 ہے یعنی سب وقتوں میں سے ساعت جمعہ میں امید
 قوی ہے قبولیت کی، اور وقت ساعت جمعہ کا ہے

مابین بیٹھنے امام کے سے منبر پر خطبہ کے لئے تمام ہونے نماز تک، نقل کی یہ مسلم اور ابوداؤد نے۔ (ت)
 ظاہر یہ ہے کہ مراد بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے، اور وہی وقت
 حرمت کلام کا ہے غیر امام کو، کذا قال العلی (جیسا کہ علی نے بیان کیا۔ ت) اور طیبی نے بیٹھنے سے

۱۲۴/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب القعدۃ بین الخطبتین	۱۔ صحیح البخاری
۱۴۴/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة	۲۔ فتاویٰ ہندیہ
۲۱ ص	افضل المطابع لکھنؤ	اوقات الاجابة	۳۔ حصین حصین

بیٹنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے ، اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی یہ ہے انتہی ، اور بھی صاحب فتح الباری نے اُن تمام اوقات اجابت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے :

حيث قال المشكون عند الجلوس بين الخطبتين ان الفاظ تيسوا مقام دون خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وقت ہے ، اسی طبعی نے بعض شراح حکاکہ الطیبی عن بعض شراح المصباح^۱۔
مصابیح سے نقل کیا ہے ۔ (ت)

اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئے اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک اُن میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا

العاشر ما بين خروج الامام الى انت تمام
الصلوة الحادي عشر ما بين انت يجلس
الامام على المنبر الى ان تقضى الصلوة
الثاني عشر ما بين اول الخطبة والفراغ
منها الثالث عشر عند الجلوس بين
الخطبتين^۲۔
دسواں امام کے نکلنے اور اقامت نماز تک ہے
گیارہواں امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام
نماز تک ہے ، بارہواں شروع خطبہ سے لے کر
اس سے فراغت تک ہے ، تیرہواں دونوں خطبوں
کے درمیان بیٹھنے کے وقت ہے ۔
(ت)

اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درست ہے تاہم خانہ میں نقلاً عن العتبیہ مرقوم ہے :

ولو سكت الخطيب حين جلس ساعة قال
ابو يوسف يباح له التكلم في تلك الساعة۔
امام منبر پر بیٹھ کر ایک ساعت خاموش رہا تو
امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس وقت گفتگو
مباح ہے (ت)

اور در مختار میں مثل اس کے مرقوم ہے ، اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الكتب بعد كتاب الله کے ہے بیچ باب رفع اليدين في الخطبة کے عین حالت خطبہ میں دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ، اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا پس کہا اے

۱۔ فتح الباری باب الساعة التي في يوم الجمعة مطبوعه مصطفى البابي مصر ۱/۳
۲۔ حرر شمس شرح حصن حصين للسيوطي

۳۔ فتاویٰ تاتارخانیہ کتاب الصلوة ، شرائط الجمعة مطبوعه اداره القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۶۹/۲

رسول اللہ کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں چارپائے اور ہلاک ہوئے جاتے ہیں شاة (بکریاں) پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ تر کرے ہم کو، پس دراز کئے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی:

حدثنا مسدد ثنا حماد بن زید عن عبد العزیز عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس

قال بیئنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال

یا رسول اللہ هلك الکراع وهلك الشاة فادع الله ان یسقینا فمد یدیه ودعا۔

چارپائے ہلاک ہو رہے ہیں بکریاں ہلاک ہو رہی ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بارش عطا فرمائے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور ہاتھ پھیلا دیے اور دعا کی۔ (ت)

جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہو اور مانگنا دعا کا عین حالت خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور تحقق ہے، پس مانگنا دعا کا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ

جل وعلا کے، اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقوم بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے، اور مانع کلام وغیرہ کا پڑنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا، اور بھی بیچ مفتاح الصلوٰۃ

کے دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر سہ آیات کے مجتہبی سے اور سند اہانت دعا کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی، مفتاح الصلوٰۃ

میں مرقوم ہے:

ورمیان دو خطبہ کہ امام بنشیند دعا بطریق اولیٰ جائز خواہ بود علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ

ساعة الاجابة ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى الصلوٰۃ کما

صح فی صحیح مسلم و جزم الامام النووی فی شرح مسلم وقال هو الصواب پس باید

دو خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھتا ہے تو اس وقت دعا کرنا خصوصاً بطریق اولیٰ جائز ہونی چاہئے

کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ قبولیت کی ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام نماز تک

ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور امام نووی نے شرح مسلم میں اسی پر جزم کرتے ہوئے فرمایا یہی

کہ در وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار سہ آیت وار دست کما فی المجتبی وغیرہ سربنا اثنی فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار خواند کہ عمل بر ظاہر الروایہ و احادیث صحیحہ واقع گردد و اگر دست برداشتہ بخواند موافق طریقہ دعا کہ در احادیث سست واقع گردد و عمل بزرگان نیز مست۔

صواب ہے لہذا امام کے بیٹھنے کے وقت ، جو ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات کی مقدار ہے جیسا کہ مجتبٰی وغیرہ میں ہے ، یہ دعا پڑھ لی جائے اسے ہمارے رب ! ہمیں دنیا میں بہتری اور نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائے تاکہ ظاہر الروایت اور احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے اور اگر دعائیں ہاتھ اٹھائے تو یہ بھی اس طریقہ دعا کے موافق ہے جو احادیث میں آیا ہے اور اسلاف کا بھی عمل ہے۔

اور ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور بیچ حصن حصین کے ایک آداب دعائیں رفع یدین کو بسند حدیث تحریر کیا ہے و رفعہما مع وان یکون رفعہما حدًا والمنکبین کذا من یعنی آداب دعا سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے ، نقل کی یہ صحاح ستہ میں ، اور یہ کہ ہووے ہاتھ اٹھانا برابر ہونڈیوں کے ، نقل کی سنن ابو داؤد و احمد و حاکم نے ، اس سے خوب واضح ہوا کہ دعا مانگنا ساتھ رفع یدین کے چاہئے ، البتہ خالی ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے عبث اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح و لائح ہوا کہ دعا مانگنا اور ہاتھ نہ اٹھانا آداب دعا کے سے دور ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب۔

احمد حسین بیگ غفر اللہ لہ - محمد رضا علی خاں - سید یعقوب علی رضوی - خدیوہ اطلبہ سید محمد علی سید محمد ذاکر عفی عنہ۔

علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عمل وہ - واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

من المصنف علی خاں بریلی یانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی

چھوٹی پڑھی جائے یا بڑی اور چھوٹی پڑھی جائے تو کس قدر، اور بڑی پڑھی جائے تو کس قدر، یہیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر فرش پر کہ جہاں بالکل دُھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ، دوسری میں سورہ منافقون، اور کبھی پہلی میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں هل اثمك حدیث الغاشیة ثابت ہے، اور حسب حاجت و مصلحت کی بیشی کا اختیار ہے، اور اگر مقتدیوں پر تکلیف و ناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدر مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدر مسنون کا محض کسر کی وجہ سے ناگوار ہونا اُن کا قصور ہے جس میں وہ مستحق رعایت نہ اُس کے سبب ترک سنت کی اجازت، یا اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اُس کے لئے باعث تکلیف ہو گا تو اُس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ کو ثروا خلاص سے پڑھانا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم